دوبارہ انتخاب نے ملک کی معیشت پر جو بوجھ ڈالا ہے اس کے اثرات کا تو انتخاب کے بعد ہی عوام کو اندازہ ہوگا اور جو اس قدر بھیانک ہوگا جس کا قبل از وقت تصور ہی ملک کے بہی خواہوں کے ہوش اڑا رہا ہے ۔۔ راجیو گاندھی کے حادثۂ قتل نے ایک اور خطرہ ملک کے سامنے پیدا کر دیا ہے اور وہ ہے انڈین نیشنل کانگریس میں انتشار کا' سیکولرزم کے زوال کا' سیکولرزم ویسے بھی کانگریس کے لئے صرف انتخاب کے دوران میں اقلیتوں کے بہلانے کے لئے ایک چمکدار شیئے بن کر اور جس کا عمل سے برائے نام ہی واسطہ رہ گیا تھا۔ راجیو گاندھی کے قتل کے بعد تو لفظ سیکولرزم ہی کے قائم رکھنے کے لالے پڑ جائیں گے ۔

اس وسط مدتی انتخاب میں تشدد کیوں زیادہ دکھائی دے رہا ہے ۔ اسے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے آزادیٔ ملک کے محسنوں کو بھلا کر ایسے لوگوں نے میدانِ سیاست میں آکر اپنی چودھراہٹ قائم کرلی ہے جو مذہب کی آڑ میں کھوکھلے نعروں سے اس ملک کے عوام میں مقبولیت چاہتے تھے اور اس میں انھیں طاقت و قوت یقیناً ایسے لوگوں سے بھی ملی جو اپنے بھاری بھرکم وجود سے کانگریس کے اندر براجمان تھے لیکن ان کا دل مخصوص فرقہ ...ستی کا طرفدار و ہمدرد تھا سیکولرزم ان کے دل کے کسی گوشہ میں بھی جگہ نہ پائے ہوئے تھا چنانچہ ...سی کا نتیجہ تھا کہ ایک مسجد آناً فاناً جنم بھومی میں تبدیل ہو گئی اور اس کے اندر ہی اندر ...چھپ عرصۂ دراز تک ایک پودے کی طرح پرورش کی گئی اور جب اسے "پھل" دینے ...قابل سمجھا گیا تو اسے انتخاب کے بازار میں 'حصولِ ووٹ' کے لئے لے آیا گیا۔ یہ ...یس کے منہ پر زبردست کلنک ہے جس پر ان کانگریسیوں کو دکھ ہے جنھوں نے ...یس کے پلیٹ فارم سے ملک و قوم کے لئے واقعی مخلصانہ قربانیاں دی ہیں آج کانگریس ...خواہوں کی جگہ ..... آماجگاہ بنی ہوئی ہے

بہرحال راجیو گاندھی کا حادثۂ قتل ...

ہیرو ملک وقوم کے مفاد پر قربان ہوگیا۔ یہ ملک کا سپوت اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو سیکولرزم کی آن و شان میں یقین رکھتا تھا۔ ملک وقوم کو سالہا سال اس صدمہ سے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ ہمارے خیال میں راجیو گاندھی کے حادثۂ قتل کا ایک محرک وہ بھی ذمہ دار ہے جس کی نہرو گاندھی خاندان سے ازلی دشمنی ہے۔ ایک مخصوص فرقہ پرست پارٹی (جو وقتاً فوقتاً اپنے نام بھی بدلتی رہتی ہے) نے اپنی بدنام زمانہ رتھ یاترا کے ساتھ زہریلا و جارحانہ پروپیگنڈہ کیسٹوں میں جاری کیا ہوا تھا اسی فرقہ پرست پارٹیوں کی دو سادھوی عورتوں نے بے لگام شرانگیز باتوں سے ہندوستانی سماج کو پراگندہ بنانے کا ذمہ اوڑھ لے رکھا تھا۔ اسی فرقہ پرست جماعت کی دوسری معاون فرقہ پرست پریشد نے (اخبارات کی اطلاع کے مطابق) اپنے کیسٹوں میں راجیو گاندھی کو ہتھوڑے سے مندر کو توڑتے ہوئے پیش کیا جب انتخاب اس طرح کے زہریلے ونفرت انگیز پروپیگنڈہ کے ساتھ لڑے جائیں گے تو پھر اس قسم کے تشدد کے امکان کو خارج کرنا ہی کم عقلی کی بات ہے۔ تحقیقاتی کمیشن کو راجیو گاندھی کے حادثۂ قتل کے دوران میں ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر بھی اپنی تفتیش کو بڑھانا چاہیئے کیونکہ راجیو گاندھی کے نہ ہونے سے فرقہ پرست طاقتوں کو ہی تقویت ملے گی۔ ملک کے امن پسند اور سیکولر نظریات کے حامل عوام کو راجیو گاندھی کے حادثۂ قتل سے جو زبردست دھچکا لگا ہے وہ بیان وقلم کی زد سے باہر ہے۔

عراق کے صدر صدام حسین کی ہٹ دھرمی، ضد، مفاد پرستی کی وجہ سے عالم عرب بلکہ عالم اسلام کو جو ہزیمت اٹھانی پڑی ہے اسے ملت اسلامیہ مدتوں خون کے آنسوؤں کے ساتھ روتے ہوئے بھی کبھی پورا نہ کرسکے گی۔

جو لوگ خلیجی جنگ کے دوران میں سعودی عربیہ کو پانی پی پی کر کوس رہے تھے آج ان کا سر شرم وغیرت کے مارے جھکا ہوا ہے کیونکہ سعودی عربیہ نے کبھی بھی اسلام اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف کسی طاقت سے سمجھوتہ نہیں کیا ہے سعودی عرب نے ہمیشہ ہی وہ کیا ہے جو مذہب اسلام کے اور ملتِ اسلامیہ کے مفاد پر مبنی ہے اسلام دشمن

طاقتوں نے سعودی عربیہ کے خلاف کبھی غیر عرب کو کھڑا کیا اور اس کے ذریعہ سعودی عربیہ کے خلاف سازشیں کرائیں اور اب عراق کے ایک ضدی ہٹ دھرم اور اپنے اقتدار کو ہر حالت میں قائم رکھنے والے صدّام حسین نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے اسلام کے نام کی آڑ میں اسلام کے خلاف کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر سازشوں و ریشہ دوانیوں کو عملی جامہ پہناتے ہوئے مذہب اسلام کے سچے پیرو کار اور عالم اسلام کے زبردست حامی د بہی خواہ سعودی عربیہ کی تباہی و بربادی کا نشانہ بنانے کا کھیل کھیلا۔ اس ملعون صدام نے خانۂ خدا کے تقدس کا بھی خیال نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے سعودی عربیہ کی مدد کی اور عراق کے اس ظالم حکمراں صدّام حسین کی مذموم سازش کو ناکام بنایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سعودی عربیہ کی حفاظت و مدد فرمائے اور وہاں کے حکمراں شاہ فہد کو ہمّت و استقامت اور نصرت عطا کرے۔

(آمین)

علمی و قلمی جہاد کی اہمیت

مولانا محمد شہاب الدین ندوی۔ ناظم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور ۲۵

الحمد للہ پچھلے ابواب میں پیش کردہ مباحث سے قرآن و حدیث کے نصوص نیز مفسرین و محدثین اور ائمہ کرام کی تصریحات کے ذریعہ علمی جہاد کی نوعیت و اہمیت مُدلّل طور پر اور پورے شرح و بسط کے ساتھ سامنے آچکی ہے اور اس کے متعدد گوشے روشنی میں آگئے ہیں۔ مگر پھر بھی اس سلسلے میں چند مزید پہلوؤں پر بحث باقی ہے۔ اور خاص کر معترض نے جو شبہات اور غلط فہمیاں پیدا کی ہیں اُن کا پردہ بھی چاک کرنا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے مختصر طور پر اس سلسلے میں چند مزید نکات پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر یہ موضوع ایسا وسیع ہے کہ اس پر کئی دفتر سیاہ کئے جاسکتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ اتنی فرصت نہ تو مجھے حاصل ہے اور نہ ہمارے قارئین کو اس لئے اختصار سے کام لینے کی کوشش کی جائے گی۔

جہاد کا شرعی مفہوم

جہاد اور فی سبیل اللہ کے مفہوم و مصداق پر قرآن اور حدیث کی روشنی میں تفصیلی بحث ہوچکی ہے۔ مگر اس موقع پر ایک نئے نقطۂ نظر سے جہاد و قتال کی حقیقت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

چنانچہ بخاری و مسلم کی ایک حدیث کے مطابق ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کا اصل مقصد "کلمۂ الٰہی" یا "خدا کی بات" کو اونچا کرنا ہے:

جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ:

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ایک شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے، دوسرا شخص ناموری کے لئے لڑتا ہے، اور کوئی شخص ... کے لئے

کے لیے لڑتا ہے، تو ان میں سے اللہ کی راہ میں کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی بات اونچا کرنے کی غرض سے جنگ کی تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔[1]

نیز بعض دیگر حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ ہر غزوہ (جنگ) میں پہلے اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے۔ جیساکہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

مَا قَاتَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْماً حَتّٰى دَعَاهُمْ : رسول اللہ صلعم نے کسی قوم سے اُس وقت تک جنگ نہیں کی جب تک کہ آپ نے انہیں (دین کی) دعوت نہ دی۔[2]

امام حاکم نے اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (ھذا حدیث صحیح من حدیث الثوری ولم یخرجاہ)[3]

اور یہی مقصد علم دین کی تبلیغ اور اُس کی نشر و اشاعت کا بھی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں مقصد کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اور زبان نبوت نے بتا دیا کہ دین کی تعلیم دینے یا اُس کی نشر و اشاعت کرنے والے بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہیں اور وہ بھی مجاہدین ہی کی طرح ہیں۔ بلکہ بعض حدیثوں کے مطابق مجاہدین (عسکری) سے بھی افضل ہیں۔ جیساکہ تفصیلات پچھلے صفحات میں گزر چکیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں ہی طبقوں کے ذریعہ دین و شریعت کے بازو مضبوط ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثوں میں "ہاتھ کے ذریعہ جہاد" کے ساتھ ساتھ "زبان کے ذریعہ جہاد" کرنے کے الفاظ بھی متصلاً مذکور ہیں۔ اس اعتبار سے جہاد اور علم کا تعلق بہت گہرا ہے، جس سے شریعتِ اسلامی میں ان دونوں کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان دونوں میں چولی دامن کا سا ساتھ ہے۔ دونوں کو کسی حال میں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اصل میں ان دونوں کی حیثیت گوشت اور خون کی سی ہے۔ مگر ایک اعتبار سے علمی و قلمی جہاد اصل ہے اور بدنی و جسمانی جہاد اس کی ایک فرع۔ جیساکہ علامہ جصاص رازی حنفیؒ کی تحقیق

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد ۳/۲۰۶، صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۳/۱۵۱۲

[2] سُنن دارمی ۲/۲۱۷، مُسند احمد ۱/۱۳۱، مُستدرک حاکم ۱/۱۵

[3] مُستدرک کتاب الایمان ۱/۱۵، دار المعرفۃ بیروت

ہے جو اسے آزماسکتا ہے۔

غرض ان دونوں قسم کے جہاد کو ہر دور میں عصری تقاضوں کے مطابق جاری رہنا چاہئے یعنی جس دور میں جس قسم کا جہاد ضروری ہو اسے آزمانا چاہئے۔ اور اس اعتبار سے حسب ذیل حدیث کے مطابق جہاد ہر دور میں جاری رہ سکتا ہے، خواہ وہ "قتالی" ہو یا "غیر قتالی" یعنی جسمانی جہاد ہو یا علمی وقلمی جہاد:

اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللهُ اِلٰی اَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِي الدَّجَّالَ:

جہاد اُس وقت سے جاری ہے جب سے کہ اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، یہاں تک کہ میری اُمت کا آخری فرد دجّال سے دو دو ہاتھ کرلے[۴]۔

بدنی وجسمانی جہاد صدیوں سے مُعطّل ہے اور موجودہ دور میں جنگوں کے بنیادی اغراض ومقاصد ہی بدل گئے ہیں۔ اس لئے موجودہ دور کی جنگیں (جو دراصل قومی وجغرافیائی عصبیتوں کے تحت لڑی جاتی ہیں) جہاد نہیں کہلا سکتیں۔ بلکہ جہاد صرف وہی "قتال" ہوگا جو بخاری ومُسلم کی مذکورۂ بالا حدیث کے مطابق "اعلائے کلمۃ اللہ" کے خالص جذبے کے ساتھ عمل میں آئے۔ لہٰذا اب اگر "لسانی" یا علمی وقلمی جہاد کو اس میں شامل نہ کیا جائے تو پھر اُوپر والی حدیث بے معنی بن جاتی ہے کہ جہاد کو ہر دور میں برابر جاری رہنا چاہئے۔

فقہاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ فتحِ مکہ کے بعد جہاد فرض نہیں رہا۔ اور یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے اس عمل کی بنا پر ہے جو جہاد کو ترک کرکے حج کی پابندی کیا کرتے تھے[۵]۔ مگر جیسا کہ شمس الائمہ امام سرخسیؒ نے مذکورۂ بالا حدیث کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ مشرکین کے ساتھ جہاد کا فریضہ قیامت تک باقی ہے[۶] اور مالکیہ کے نزدیک جہاد (قتال) کے لئے امام کا عادل اور قریشی ہونا ضروری ہے۔ یعنی جہاد صرف قریشی امام کے حکم ہی سے بروئے کار آسکتا ہے۔ اور اس معاملے میں غیر قریشی کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا[۷]۔ لیکن ابوداؤد کی مذکورۂ بالا حدیث

---

[۴] ابوداؤد، کتاب الجہاد ۳/۴۰، مطبوعہ حمص (شام)

[۵] دیکھئے احکام القرآن از ابن العربی، ۱/۱۰۳، دار المعرفہ (بیروت)

[۶] المبسوط للسرخسی، ۱۰/۲، مطبوعہ کراچی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

[۷] احکام القرآن، قاضی ابوبکر ابن العربی، ۴/۱۶۲۱

اس میں یہ فقرہ بھی موجود ہے کہ جہاد کرنے کے لئے امام وقت کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے:
لَا یُبْطِلُہٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْاِیْمَانُ بِالْاَقْدَارِ: جہاد کو
نہ کسی ظالم کا ظلم باطل کرسکتا ہے اور نہ عادل کا عدل۔ اب رہا ایمان کا معاملہ تو وہ تقدیر
کے مطابق ہوگا۔[۸]

لیکن اس حدیث کی شرح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں
کہ جب دنیا میں ظلم عام ہوجائے تو اُن کے ساتھ جہاد جاری ہوسکتا ہے۔ اسی طرح عدل کفر
کے ساتھ عام ہوجائے تو اُن کے ساتھ جہاد جاری ہوگا۔[۹]

اس طرح جہادِ عسکری کو جاری رکھنے کے لئے متعدد اشکالات پیش آتے ہیں۔ جہاد کے
فرض ہونے کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ موجود ہو۔ یعنی کسی جگہ صحیح
معنی میں اسلامی حکومت قائم ہو۔ چنانچہ جہاد کا اعلان خلیفہ یا امیر کرے گا۔ ورنہ ہر شخص
کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جہاد شروع کردے۔ نیز فقہائے
احناف نے لکھا ہے کہ جہاد مسلمانوں پر عمومی حالات میں فرضِ کفایہ اور ہنگامی حالات میں فرضِ
عین بن جاتا ہے[۱۰] لیکن یہ صرف ایک نظریاتی قانون ہے اور اس کا وجودِ عملی دنیا میں صدیوں
سے دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد اس قسم کی کوئی حکومت مسلمانوں نے
کہیں قائم کی ہو اور اُن کے کسی امیر نے اس قسم کا اعلان کیا ہو؟ چنانچہ قرونِ وسطی سے لے
کر آج تک مسلمانوں کی جو بھی حکومتیں قائم ہوئیں وہ سب یا تو "ملوکیت" کے طرز پر خاندانی
حکومتیں رہیں یا موجودہ دور کے لحاظ سے "قومی" حکومتیں، جو مختلف قسم کی (لسانی، تہذیبی
اور جغرافیائی) عصبیتوں سے بھرپور نظر آتی ہیں۔ صحیح اسلامی حکومت کہاں قائم ہے اور
"امامت" کا اعلان کس نے کیا ہے؟ لہٰذا فقہائے احناف نے "نفیرِ عام" (ہنگامی حالات)

---

[۸] ابوداؤد ۳/۴۰

[۹] بذل المجہود، مولانا خلیل احمد ۱۲/۲۲، مطبوعہ مکہ مکرمہ

[۱۰] دیکھئے المبسوط، سرخسی ۱۰/۳، نیز ہدایہ اولین کتاب السیر، ص ۵۳۸-۵۳۹

کی جو شرط لگائی ہے اُس کا وجود واقعاتی دُنیا میں کہیں دکھائی بھی دیتا ہے ؟ تو کیا اب جہاد کی اس " تعطیل " کے بعد " فی سبیل اللہ " کی بھی چھٹی کر دی جائے ؟ یا جہاد کے دوسرے مُقتضاء یعنی علمی و قلمی جہاد پر عمل کیا جائے ؟ یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے ۔

حاصل یہ کہ جب جہادِ عسکری معطّل ہے تو پھر جہاد کی دوسری شکل یعنی علمی و قلمی جہاد کو جاری رہنا چاہئیے ۔ ورنہ پھر مذکورۂ بالا حدیث کی صداقت پر حرف آئے گا ۔ نیز جیسا کہ پچھلے صفحات میں عرض کیا جا چکا مُسلمان اپنی کمزوری کی حالت میں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی کو نمونہ اور آئیڈیل بنا کر پُرامن طور پر علمی و استدلالی جنگ جاری رکھ سکتے ہیں ۔ لیکن اگر وہ غالب پوزیشن میں ہوں تو پھر مدنی زندگی کے اُسوہ کے پیشِ نظر ہتھیاروں کے ذریعہ جنگ کر سکتے ہیں ۔ مگر موجودہ بین الاقوامی طور پر دُنیا کی جو صُورتِ حال ہے اُس کے پیشِ نظر اہلِ اسلام کے لئے علمی و استدلالی جنگ ہی زیادہ مُناسب اور بہتر نظر آتی ہے ۔

ائمہ حدیث و فقہ کی تصریحات

اُوپر جہاد کی جو شکلیں بیان کی گئی ہیں : یعنی بدنی و جسمانی (قتالی) جہاد اور قولی و علمی (غیر قتالی) جہاد ، یہ اُس کی دو اہم ترین قسمیں ہیں ۔ ورنہ محققین کے نزدیک جہاد کی اور بھی بعض قسمیں ہیں ، جن کی صراحت حافظ ابنِ حجرؒ اور علامہ ابنِ قیمؒ نے کی ہے ۔ اور علمائے احناف میں ملک العلماء علاء الدین کاسانیؒ اور علامہ ابنِ ھمامؒ وغیرہ نے جہاد کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ بھی بڑا فکر انگیز ہے ۔ اور ان میں سے اکثر تحریروں کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنی " شرح موطا "[۱] میں جمع کر دیا ہے ، جو اس سلسلے میں کافی بصیرت افروز ہے ۔ ان تحریروں کے مطالعہ سے عمداً پھیلائی گئی ساری غلط فہمیاں دُور ہو جاتی ہیں ۔ اور حقیقتِ حال پوری طرح نکھر کر سامنے آ جاتی ہے ۔ (چنانچہ ان میں سے بعض تحریریں پچھلے مباحث میں پیش کی جا چکی ہیں ۔)

اس موقع پر چونکہ معترض کی بعض بدترین قسم کی علمی خیانتیں دکھانی مقصود ہیں اس لئے حافظ ابنِ حجرؒ ، علامہ عینیؒ اور علامہ ابنِ ھمامؒ کی تحریریں پیش کی جاتی ہیں ۔ کیونکہ معترض

[illegible]

نے اپنے مضمون میں لفظ جہاد کی تشریح میں نہ صرف ان ائمہ کا نام لیا ہے بلکہ صراحتاً دجل و تلبیس کا بھی مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ مدعیٔ تحقیق نے ابنِ حجر کی کتاب فتح الباری سے اُن کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے صرف اپنے مطلب کی بات اُچک لی ہے۔ اور جو بات اُن کے گمراہ کن نظریہ کے خلاف پڑتی تھی اُسے پوری طرح نظر انداز کر دیا ہے۔ اور پھر اپنے مطلب کی بات میں بھی ڈنڈی مار کر ابن حجر کے مفہوم کو بالکل ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی پر اُنھوں نے اپنے مضمون کی آخری قسط میں جس انداز سے تنقید کی ہے اور جس قسم کی بددیانتی کا الزام اُن پر عائد کیا ہے[12] اُس سے زیادہ بلکہ ایک بدترین قسم کے جرم کا اُنھوں نے خود ہی ارتکاب کیا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ دوسروں کی آنکھوں کا تنکا تلاش کرنے والوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

اب ملاحظہ فرمائیے حافظ ابنِ حجرؒ کی تحقیق کہ اُنھوں نے جہاد کو کفار کے ساتھ "قتال کرنا" بھی قرار دیا ہے اور اُن کے ساتھ "مجاہدہ کرنا" بھی۔ چنانچہ اُنھوں نے پہلے لفظ جہاد کا لغوی مفہوم (مشقت اُٹھانا) بیان کرنے کے بعد اُس کی شرعی تعریف اس طرح کی ہے:

وَشَرْعاً بَذْلُ الْجَهْدِ فِیْ قِتَالِ الْکُفَّار : اور شرعی اعتبار سے اس کا مفہوم ہے کافروں سے جنگ کرنے میں مشقت اُٹھانا۔

پھر اس کے بعد متصلاً فرماتے ہیں: وَیُطْلَقُ اَیْضاً عَلٰی مُجَاهَدَةِ النَّفْسِ وَ الشَّیْطَانِ وَالْفُسَّاقِ : اور اس کا اطلاق نفس، شیطان اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ کرنے پر بھی ہوتا ہے[13]۔

مگر معترض نے یہاں پر علمی خیانت سے کام لیتے ہُوئے بطور شرح اس مفہوم کو اس طرح بگاڑا ہے: "جہاد کا استعمال کبھی کبھی نفس کے خلاف، شیطان کے خلاف، فساق کے خلاف مجاہدہ کے لئے ہوتا ہے"۔[14]

---

[12] دیکھئے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، فروری ۱۹۸۹ء ص ۲۳ - ۲۸

[13] فتح الباری، ۶/۳، مطبوعہ دارالافتاء ریاض

[14] الفرقان لکھنؤ، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۲۵

اس مفہوم میں "کبھی کبھی" کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا کر معترض نے صراحتاً تحریف سے کام لیا ہے اور اصل بات کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ ابنِ حجر یہ بات مطلقاً فرما رہے ہیں کہ جہاد کا لفظ جس طرح کافروں کے ساتھ قتال کے لئے آتا ہے اسی طرح وہ نفس کے ساتھ، شیطان کے ساتھ اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ موصوف " وَ يُطْلَقُ اَيْضاً " فرما رہے ہیں، نہ کہ " وَ يُطْلَقُ اَحْيَاناً "۔ واضح رہے کہ لفظ "جہاد" اور "مجاہدہ" دونوں مصدر ہیں اور لفظی اعتبار سے ایک ہی معنی و مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔

پھر دوسری سب سے بڑی علمی خیانت ملاحظہ ہو کہ حافظ ابنِ حجر نے جہاد کا شرعی مفہوم (بذل الجهد فى قتال الكفار) اور اُس کے اطلاقات کا بیان کرنے کے بعد اُس کے شرعی مفہوم کی جو مزید تشریح کی ہے اُسے معترض نے صاف طور پر گول کر دیا ہے۔ کیونکہ اس سے نہ صرف اُن کے فاسد نظریہ پر زد پڑتی تھی بلکہ وہ اُن کے حق میں زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتی تھی۔ چنانچہ موصوف فرماتے ہیں:

وَاَمَّا مُجَاهَدَةُ الْكُفَّارِ فَتَقَعُ بِالْيَدِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ : اب رہا کفّار کے ساتھ مجاہدہ کرنا تو وہ ہاتھ کے ذریعہ، مال کے ذریعہ، زبان کے ذریعہ اور قلب کے ذریعہ واقع ہوتا ہے۔[15]

جہاد کی یہ تشریح حدیثِ نبوی کی تصریحات کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ تفصیل پچھلے مباحث میں گزر چکی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے اوجز المسالک میں حافظ ابنِ حجر کی یہ پوری تحقیق نقل کی ہے۔[16] نیز اس موقع پر موصوف نے "مجاہدۃ النفس" کی جو تشریح کی ہے وہ بھی "دین کی تعلیم و تحصیل" پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس اعتبار سے گویا کہ اہلِ علم دو حیثیتوں سے جہاد میں شامل ہیں۔ چنانچہ موصوف تحریر کرتے ہیں:

فَاَمَّا مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ فَعَلَى تَعَلُّمِ اُمُوْرِ الدِّيْنِ، ثُمَّ عَلَى الْعَمَلِ بِهَا، ثُمَّ عَلَى تَعْلِيْمِهَا : اب رہا نفس کا مجاہدہ تو اس کا اطلاق اُمورِ دین کے سیکھنے پھر اُس پر

---

[15] فتح الباری ج ۶ ص ۳، مطبوعہ ریاض

[16] اوجز المسالک ۸/۱۹۷

عمل کرنے اور پھر ان کی تعلیم دینے پر ہوتا ہے[17]

ظاہر ہے کہ یہ بات طالب علموں اور معلّموں کے حق میں جاتی ہے۔ مگر دیکھئے جب کوئی شخص خود غرض اور مفاد پرست بن جاتا ہے تو اس کی نظر سوائے اپنے ذاتی مفادات کے اور کسی چیز پر ٹھہرتی ہی نہیں۔ اور پھر طرفہ یہ کہ اس کے بعد معترض نے علامہ ابن ہمامؒ کا نام لے کر لوگوں کو مزید دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ موصوف کی تحقیق بھی ابن حجرؒ کی تشریح ہی کے قریب ہے۔ حالانکہ ابن ہمام نے ایک دوسرا مفہوم بیان کیا ہے جو حافظ ابن حجرؒ کے مفہوم سے زیادہ وسیع اور بصیرت افروز ہے۔ مگر یہ مفہوم ہمی مدعی تحقیق کے حق میں چونکہ سمّ قاتل کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے اُنھوں نے اسے نقل کرنے کی جرأت ہی نہیں کی۔ بلکہ صرف اُن کا نام لے کر آگے بڑھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عوام الناس پر اپنے "کثرتِ مطالعہ" کا رُعب جمانا چاہتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ لوگ اُن کے اجمالی حوالوں سے مرعوب ہو کر اُن کی "تحقیقِ انیق" پر عش عش کر اُٹھیں گے۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں :

"محقق ابن ہمام اور صاحب "مُغرب" کی تحقیق بھی اسی سے قریب تر ہے"[18]

مگر اب دیکھئے ابنِ ہمام اس سلسلے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ چنانچہ موصوف جہاد کی تعریف کرنے سے پہلے بطور مقدمہ دو باتیں بیان کرتے ہیں جو یہ ہیں :

۱۔ هو اخلاء العالم من الفساد : جہاد دُنیا سے فساد دُور کرنے کا نام ہے۔

۲۔ وهو اعلاء كلمة الله تعالى : (اُس کا مقصد) کلمۂ خدائی کو بلند کرنا ہے۔

پھر اس کے بعد تحریر کرتے ہیں :

غلبَ فی عُرفهم علی جهاد الكفّار، وهُو دعوتهم الى الدّين الحقّ، وقتالهم إن لم يقبلوا : اس کا اطلاق اہلِ عرب کے عُرف میں زیادہ تر کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور جہاد کفار کو دینِ حق کی دعوت دینے اور اسے قبول نہ کرنے پر جنگ کرنے کا نام ہے[19]

---

[17] فتح الباری ۶/۳

[18] ماہنامہ الفرقان، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۲۵-۲۶

[19] فتح القدیر شرح ہدایہ، از ابن ہمام، ۵/۱۸۷، مطبوعہ کوئٹہ

دیکھا آپ نے علامہ موصوف نے اس موقع پر " دعوت " کو مقدم اور " جنگ " کو مؤخر کیا ہے۔ بالفاظِ دیگر " اہلِ علم " کو اگلی صف میں اور " سپاہیوں " کو پچھلی صف میں رکھا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ تشریح و توجیہہ بڑی ہی بصیرت افروز ہے۔ اور صرف اسی ایک تشریح سے معترض کے سارے دعوے ریت کے تودے ثابت ہوتے ہیں اور اُن کے بُنے ہُوئے جال کا تانا بانا پُوری طرح بکھر جاتا ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے حسبِ ذیل حقائق ثابت ہوتے ہیں :

۱۔ جہاد کا استعمال اہلِ عرب کے عُرف میں زیادہ تر کفار کے ساتھ مجاہدہ کرنے کے لئے آتا ہے۔

۲۔ اور جہاد کی نوعیت یہ ہے کہ کافروں کو اولین طور پر دینِ حق کی دعوت دی جائے۔

۳۔ اگر کفار و مشرکین دینِ حق کو قبول نہ کریں تب اُن کے ساتھ جنگ کی جائے۔

۴۔ اس اعتبار سے اہلِ علم اگلی صف میں آجاتے ہیں اور لڑنے والے لوگ پچھلی صف میں چلے جاتے ہیں۔ اور یہ بات دراصل قرآن اور حدیث کی تمام تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے کہ اہلِ اسلام دُنیا کو ضلالت کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لائیں۔ اور اس کے لئے علمی، قلمی اور قولی (یعنی تحریری و تقریری) جتنے بھی طریقے ممکن ہوسکتے ہیں ان سب کو اپنائیں۔ تلوار کا نمبر تو سب سے آخر میں آتا ہے۔ جب کہ " فتنہ " بڑھ جائے اور تلوار اُٹھانے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہ جائے۔

چنانچہ اس سلسلے میں علامہ ابنِ عابدینؒ نے فتاویٰ شامیہ میں بڑے پتے کی بات بتائی ہے کہ جہاد سے اصل مقصود ایمان باللہ اور اقامت صلاۃ ہے (فساد و خون ریزی نہیں) اس لئے وہ بالذات مقصود نہیں ہے۔ بلکہ بالذات جو چیز مقصود ہے وہ اقامت صلاۃ ہے۔

(ولأنّ الجهاد ليس إلّا للإيمان وإقامة الصلاة ، فكان حسناً لغيره ، و الصلاةُ حسنةٌ لعينها)[۲]

ظاہر ہے کہ جب یہ مقصود دعوت و تبلیغ کے ذریعہ پُرامن طور پر حاصل ہوجائے تو بلاوجہ جنگ کرنا اور خون بہانا غیر ضروری ہوجاتا ہے۔

۲؎ ردّ المحتار (فتاویٰ شامیہ) ۳/ ۲۳۷ ، مطبوعہ کوئٹہ (پاکستان)

[illegible] کے ایک دوسرے شارح علامہ بدرالدین عینی حنفی کا نام بھی لیا ہے کہ جہاد کی تشریح کے سلسلے میں ان کی تحقیق بھی حافظ ابنِ حجرؒ کی تحقیق ہی کے عین مطابق ہے۔ جیساکہ وہ تحریر کرتے ہیں :

" علامہ عینی نے بھی جہاد کے بارے میں وہی تحقیق سپردِ قلم کی ہے جو حافظ ابن حجر کے حوالے سے گزر چکی ہے"۔ [۲۱]

حالانکہ یہ بھی ایک دھوکا اور فریب ہے۔ معترض اگر ان کی عبارت نقل کرکے بتاتے کہ وہ کس طرح ابنِ حجر کی تحقیق کے مطابق ہے تو کچھ بات بنتی۔ حالانکہ موصوف کی عبارت اور اُن کا مفہوم و مدعا ہی سرے سے دوسرا ہے۔ اور چونکہ یہ بات بھی ان کے بنیادی فکر کے خلاف تھی لہٰذا اُنھوں نے اسے بھی نقل کرنے اور حقیقت بیان کرنے کی ہمّت نہیں کی۔ چنانچہ علامہ عینی تحریر کرتے ہیں :

الجهاد فى اللغة الجهد وهو المشقة - وفى الشرع بذل الجهد فى قتال الكفار لاعلاء كلمة الله : جہاد کے معنی لغت میں مشقت کے ہیں۔ اور شریعت میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے کفار کے ساتھ جنگ کرنے میں مشقت اٹھانا ہے۔ [۲۲]

نیز موصوف نے اس موقع پر جہاد کے دوسرے معنی بھی بیان کئے ہیں جو " جہاد بالنفس" کے ذیل میں آتے ہیں۔ غرض چونکہ اس میں " خُدا کی بات کو بلند کرنے " کا تذکرہ صاف صاف موجود ہے جو جہادِ علمی پر دلالت کرنے کے باعث معترض کے خلاف ایک حُجت ہے لہٰذا وہ دُور ہی دُور سے اس کا نظارہ کرتے ہُوئے ایک شتر مُرغ کی طرح ریت میں اپنا سر چھپا لینے ہی میں اپنی عافیت تصوّر کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو " اعلائے کلمۃ اللہ" کے الفاظ سے ایک چڑھ سی معلوم ہوتی ہے۔ جیساکہ اُنھوں نے اپنے مضمون میں ایک مقام پر اس کا ارتکاب کیا ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علمی جہاد کا نعرہ بلند کرنے والوں پر طنز و تعریض سے کام لیا ہے۔ [۲۳]

---

[۲۱] دیکھئے ماہنامہ الفرقان، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۲۵

[۲۲] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری عینی (م ۸۵۵ھ) ۱۴/۷۸، مطبوعہ لاہور

[۲۳] دیکھئے ماہنامہ الفرقان، اپریل ۱۹۸۸ء ص ۲۷

تحریفِ دین کی بدترین مثال

غرض یہ اور اس قسم کی تمام تصریحات چونکہ معترض کے لئے بُرہانِ قاطع اور ننگی تلوار کی حیثیت رکھتی تھیں اس لئے اُنھوں نے تحقیقِ حق کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صراحتاً کتمانِ حق پر کمر کس لی۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ وہ دنیا والوں کو تو یہی باور کرا رہے ہیں کہ وہ اہلِ حق میں سے ہیں اور اُن کے سوا ساری دُنیا گمراہ اور بددیانت ہے۔ تو کیا اس کو یہود و نصاریٰ کی روش قرار دیا جائے یا دجّالی فتنے کا ایک نیا رُوپ؟ ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ بھی اسی قسم کی تحریف و تلبیس سے کام لیتے تھے۔ جیساکہ ارشادِ باری ہے:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ : وہ لوگ کلام کو اُس کی (صحیح) جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں۔ اور جو نصیحت اُن کو کی گئی تھی اُس کا ایک بڑا حصہ اُنھوں نے فراموش کر دیا۔ (مائدہ : ۱۳)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ : اُس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اپنے پاس اللہ کی طرف سے موجود شدہ گواہی کو چھپا ڈالے! (بقرہ : ۱۴۰)

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ : اور تم سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بُوجھ کر حق بات نہ چھپاؤ۔ (بقرہ : ۴۲)

علمی خیانت اور کذب و افترا کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ معترض کو آیا علم سے دشمنی ہے یا دین سے؟ آیا علمی اداروں سے بغض و عناد ہے یا راقم سطور سے؟ آخر کس کی دشمنی میں وہ حق کو ناحق ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس عیاری و فریب کاری کا مقصد کیا ہے؟ خیانتوں پر خیانتیں اور لغزشوں پر لغزشیں کیوں ہو رہی ہیں؟ پھر الفرقان کے ناپختہ کار ایڈیٹر نے کیا سمجھ کر اتنا گندہ اور واہیات مضمون چھاپ دیا جو چولہے میں جھونکنے کے قابل تھا۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ "علمِ دین" کی نقاب اوڑھ کر علم کے نام پر بے علمی اور دین کے نام پر بے دینی پھیلانا ہے، جو میرے نزدیک الحاد و لادینیت سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اور معترض نے یہ سارا گھڑاگ محض علمی اداروں کی دشمنی میں پھیلایا ہے۔ اور یہ ... دراصل علمی اداروں کے خلاف ایک "اعلانِ جنگ" ہے جو فریب کارانہ انداز میں پھیلائی گئی

یہ عجیب بات ہے کہ معترض اسلام کا نام لے کر لوگوں کو اسلام سے باہر کرنا اور بڑی عیاری کے ساتھ اپنی دکان چلانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو اسلام ہی سے چڑھ ہو تو یہ الگ بات ہے اور اس کا علاج بہت آسان ہے۔ مگر جب آپ اسلام کے اندر رہنا چاہتے ہوں تو پھر اسلام کی صحیح تشریح و توجیہہ کرنی پڑے گی۔ آپ کتمانِ حق سے کام لے کر دنیا والوں کو فریب نہیں دے سکتے۔

مجھے یہ سب باتیں لکھتے ہوئے انتہائی دُکھ اور افسوس ہو رہا ہے۔ مگر کیا کیا جائے، یہ حرکت ہی کچھ ایسی ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی دل گرفتہ ہو کر مجبوراً لکھنا پڑ رہا ہے۔ کیونکہ اس گمراہ کن تحریر اور اس کی فتنہ سامانیوں کی نقاب کشائی بہت ضروری ہے۔ جو دینِ حق اور علم صحیح کے خلاف ایک عظیم فتنہ اور سازش ہے۔ اگر یہ تحریر محض ایک علمی تنقید یا مخلصانہ رائے ہوتی تو بندہ اس کو پوری وسعتِ قلبی کے ساتھ برداشت کر لیتا۔ کیونکہ راقم سطور علمی اختلاف کے وجود کا قائل ہے۔ مگر یہاں پر بات علمی اختلاف کے حدود سے تجاوز کر چکی ہے۔ اور کذب و افتراء اور کتمانِ حق کا ایک پشتارہ لگ گیا ہے۔ لہٰذا اس چیز کو کیسے برداشت کیا جائے؟

معترض کی سب سے بڑی لغزش یہ ہے کہ انھوں نے اس مسئلے میں صرف فی سبیل اللہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر جگہ بعض علماء کے اقوال کو خود ساختہ طور پر "اجماع" کا درجہ دے دیا ہے۔ مگر دوسری طرف لفظ جہاد کو بالکل نظر انداز کر کے نہ صرف قرآن اور حدیث کے نصوص کو نظر انداز کر دیا ہے بلکہ خود ائمہ حدیث و فقہ کی تحقیقات تک کو پوری ڈھٹائی کے ساتھ چھپانے کی کوشش کی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کے الفاظ میں جو وسعت اور ابہام ہے وہ ایک کلیہ کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں بہت سی جزئیات داخل ہو سکتی ہیں۔ مگر غلطی سے (بلکہ جان بوجھ کر) معترض نے اس کلیہ کو ایک جزئیہ میں مقید کرنے کا ارتکاب کرتے ہوئے بلا وجہ اس پر "اجماع" کا دعویٰ کر دیا۔ مگر دوسری طرف خود فی سبیل اللہ کا جو مترادف (جہاد) موجود ہے اس میں ان کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے اُسے بھی یا تو نظر انداز کر دیا یا اُس کی شکل و صورت بگاڑ ڈالی۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں مترادفات کو ملانے اور ان کا مطالعہ یکجا کرنے سے بات صاف اور واضح ہو جاتی ہے اور کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا۔

اصل واقعہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے لفظ جہاد کا صحیح مطالعہ کئے بغیر محض فی سبیل اللہ کی دو چار تاویلیں اِدھر اُدھر سے اخذ کر کے مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ اور سختی کے ساتھ اس بات کا ادعا کر دیا کہ اس کا واحد مفہوم نہ صرف جہاد بلکہ جہادِ عسکری ہے اور یہ اُمت کا "اجماعی فہم" ہے۔ نیز یہ کہ اس کا دوسرا مفہوم مراد لینے سے دین میں رخنہ اور شگاف پیدا ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر مضمون شروع کرنے سے پہلے وہ لفظ جہاد کا حقیقی مفہوم معلوم کر لیتے تو انھیں اتنا سخت موقف اختیار کرنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ مگر اپنے مضمون کی چار پانچ قسطیں لکھ چکنے کے بعد اچانک انھیں احساس ہوتا ہے کہ اُن کا موقف غلط ہے۔ لیکن تیر چونکہ کمان سے نکل چکا تھا، اس لئے اب اُنھوں نے بات بنانے (بلکہ اپنے جھوٹ کو نبھانے) کے لئے مزید جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔ مثل مشہور ہے کہ ایک جھوٹ کو نبھانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ لہٰذا اب اُن کے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا کہ "جھوٹ بولو اور ڈٹ کر بولو" خواہ اس سے دین و ایمان پر آنچ ہی کیوں نہ آجائے! لہٰذا اُنھوں نے "جہاد کا شرعی مفہوم" کے عنوان سے اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت ضروری سمجھی جس کا حال اُوپر گزر چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے یہ سب کچھ تحریر کرتے ہوئے یہ تصوّر کر لیا ہو کہ یا تو ان کے علاوہ اور کسی کے پاس مذکورۂ بالا حوالے کی کتابیں موجود نہیں ہیں یا پھر لوگ ان کی طرف رجوع کرنے کے بجائے معترض کے فرمان پر پوری طرح "ایمان" لے آئیں گے اور تحقیقِ مزید کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ ایک بہت بڑے دار العلوم کے ایک بہت بڑے اُستاد جو ٹھہرے! ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کوئی پاپی ہی ہوگا جو ان کی بات میں شبہ کر سکے!! کوئی مولوی صاحب جھوٹ بھی بولیں گے اس کا کوئی تصوّر بھی کر سکتا ہے؟

بہر حال مدعیٔ تحقیق اگر مذکورۂ بالا ائمہ کرام کا نام نہ لے کر خاموشی کے ساتھ گزر جاتے تو بات پھر بھی ایک حد تک غنیمت ہوتی۔ مگر کہتے ہیں کہ جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اُس کے پر نکل آتے ہیں۔ اس طرح اُنھوں نے سرِ بازار اپنی رسوائی کا سامان آپ فراہم کر لیا ہے۔

فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ : تو خرابی ہے اُن کے لئے جو کچھ اُن کے ہاتھوں نے لکھا اس کی وجہ سے، اور خرابی ہے اُن کے لئے اُن کی

اس کا رگزاری پر۔ (بقرہ : ۷۹)

یہ بڑی عبرت کی بات ہے کہ جو لوگ دین و شریعت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے اور ان کی معلومات درجۂ صفر میں ہیں تو ایسے لوگ اگر شوق میں آ کر میدانِ علم میں کود پڑیں اور اہلِ علم کو للکارنا شروع کر دیں تو کیا یہ بات علاماتِ قیامت میں سے نہ ہوگی؟ تو ایسے ہی موقعوں پہ زبانِ رسالت سے نکلی ہوئی بعض پیشین گوئیاں بے ساختہ طور پہ یاد آجاتی ہیں، جن کے مطابق اُن "علمائے شر" کی مذمت کی گئی ہے جو بغیر علم کے فتوے دے کر اور علم کی "پُھلجڑیاں" برسا کر عوام کو گمراہ اور بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْتٰی بِفُتْیَا مِنْ غَیْرِ ثَبَتٍ فَاِنَّمَا اِثْمُهُ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ : حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جس نے بغیر دلیل کے فتویٰ دیا تو اُس کا گناہ اُسی پر ہے جس نے فتویٰ دیا ہے[۲۳]

غَیْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُ عَلٰی اُمَّتِیْ مِنَ الدَّجَّالِ الْاَئِمَّةُ الْمُضِلِّیْنَ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے لئے دجال کے علاوہ دجال سے زیادہ خوفناک لوگ گمراہ پیشوا ہوں گے[۲۴]

اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ، وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ : بدترین شر شریر علماء ہیں اور بہترین خیر نیک علماء ہیں[۲۵]

اَکْثَرُ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ رَجُلٌ یَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ یَضَعُهُ غَیْرَ مَوَاضِعِهِ : میری اُمت کے بارے میں سب سے زیادہ ڈر مجھے اُس شخص پر ہے جو قرآن کی تاویل اس طرح کرتا ہے کہ اُسے اُس کے صحیح مقامات سے ہٹا دیتا ہے[۲۶]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : خَطَبَنَا عُمَرُ فَقَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ

---

[۲۳] سُنن دارمی ۱/ ۵۷، مطبوعہ بیروت

[۲۴] مُسند احمد بحوالہ کنز العمال ۱۰/ ۱۱۳، مطبوعہ حیدر آباد

[۲۵] سُنن دارمی ۱/ ۱۰۴

[۲۶] طبرانی، منقول از کنز العمال ۱۰/ ۱۰۷